ڈاکٹر ناصر رانا

سید نور محمد قادری کے نام:
مولوی سعید، ایم اسلم اور میاں محمد شفیع (م ش) کے مکتوبات

سید نور محمد قادری علیہ الرحمہ ایک عہد ساز شخصیت تھے۔ انھیں بیک وقت ماہر اقبالیت، محقق، نقاد اور صاحب دل ہونے کا اعزاز حاصل رہا۔ آپ عمر بھر شعر و ادب، تاریخ، سوانح اور اسلامیات سے وابستہ رہے۔ 'اقبال کا آخری معرکہ'، 'اقبال کے دینی و سیاسی افکار'، 'میلاد شریف اور علامہ اقبال'، 'اعلیٰ حضرت کی شاعری پر ایک نظر'، 'اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت'، 'نقوش محبت' (شعری انتخاب)، 'قطب العارفین' (تذکرہ قاضی سلطان محمود)، 'حضرت قاضی سلطان محمود'، 'اردو کی بہترین نعتیہ غزلیں' اور 'مولانا عبدالحامد بدایونی کی ملی و سیاسی خدمات' جیسی معروف تصانیف آپ کی یادگار ہیں۔

نور محمد قادری ۱۳ر مئی ۱۹۲۵ء کو چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع گجرات (موجودہ منڈی بہاؤالدین) میں سید عبداللہ قادری کے ہاں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۵ء میں میٹرک کیا اور ۱۹۵۳ء تک بطور مدرس فرائض انجام دیے۔ آپ نے ۱۹۵۴ء میں قاضی سلطان محمود قادری آوان شریف کے سجادہ نشین، صاحب زادہ محبوب عالم قادری کے ہاتھ پر بیعت کر کے سلسلہ قادریہ میں شمولیت اختیار کی۔[۱]

نور محمد قادری کے ملک بھر کے ادباء، شعراء، علماء، صوفیاء اور اہل قلم سے براہِ راست اور قلمی رابطے تھے۔ وہ علمی مقاصد کے لیے بڑے سے بڑے اور چھوٹے سے چھوٹے اہل علم سے ملنے اور خط و کتابت کرنے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ آپ کا ایک قابل قدر ذاتی علمی ذخیرہ اور کتاب خانہ بھی موجود ہے جو اُن کی وفات ۱۵ر نومبر ۱۹۹۶ء کے بعد بھی چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین میں موجود ہے۔ اُن کے اکلوتے بیٹے سید محمد عبداللہ قادری اس کتب خانے کی دیکھ بھال بھی کر رہے ہیں اور اس میں قابل قدر اضافہ بھی کر رہے ہیں۔ محمد عبداللہ قادری خود بھی لکھتے ہیں اور والد کے نامکمل کاموں کو مکمل کرنے کی سعی میں ہیں۔ نور محمد قادری نے اپنے نام ملک بھر سے سینکڑوں مشاہیر کے خطوط بھی یادگار چھوڑے ہیں۔ زیرِ نظر مکاتیب ہمیں اسی کتب خانے سے حاصل ہوئے ہیں۔[۲] ان کے ذخیرۂ مکاتیب میں سے حفیظ جالندھری کے خطوط بنام سید نور محمد قادری سہ ماہی 'ادب معلیٰ' لاہور[۳] میں جب کہ سید سبط الحسن ضیغم کے خطوط شش ماہی 'لیکھ' لاہور[۴] میں شائع ہو چکے ہیں۔

ان مکاتیب میں علامہ اقبالؒ اور مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے بارے میں گفتگو غالب ہے۔ مولوی محمد سعید کے مکتوبی رابطے میں اُن کی کتب 'آہنگ بازگشت' اور 'بحضرت دوست' کے علاوہ مولانا آزاد کے والد[۵] اور مولانا ضیاء الدین مدنی[۶] کے بارے

میں تبادلہ خیال کیا گیا ہے جب کہ ایم اسلم اور م ش کے ساتھ خط وکتابت میں ہر سہ شخصیات کی اپنی تخلیقات کے علاوہ علامہ اقبال، مولانا بریلویؒ اور تین مزید شخصیات کے بارے میں ضمنی بات چیت ہوئی ہے جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آ رہی ہے۔

یہاں ہم جن تین ایسے بزرگوں کے خطوط پیش کر رہے ہیں جنھیں علم وادب کی دنیا میں قدر و منزلت حاصل ہے۔ ان مشاہیر میں مولوی محمد سعید، ایم اسلم اور میاں محمد شفیع (م ش) شامل ہیں۔

مولوی محمد سعید کے چھے، ایم اسلم کے تین اور م ش کے بھی چھے دستیاب مکاتیب ملاحظہ فرمایے:

مولوی محمد سعید:

مولوی محمد سعید بابو محمد قاسم کے ہاں ۲۳/ اکتوبر ۱۹۱۱ء کو کلاس والا نزد پسرور ضلع سیال کوٹ میں پیدا ہوئے۔ آپ پنجابی، اردو اور انگریزی زبانوں میں لکھتے تھے۔ تحریک احرار اور خاکسار تحریک کے ساتھ نظریاتی وابستگی رہی اور روزگار کے لیے روز نامہ ڈان (Daily Dawn)، انقلاب اور سول اینڈ ملٹری گزٹ (Civil and Military Gazzette) کے ساتھ منسلک رہے۔ آپ روزنامہ پاکستان ٹائمز (daily Pakistan Times) راول پنڈی کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر اور ورلڈ اسلامک ٹائمز (The World Islamic Times) لاہور کے ایڈیٹر بھی رہے۔ آپ کی پنجابی زبان میں سیرت کی کتاب 'محمد ﷺ'، خودنوشت 'آہنگ بازگشت' اور حلقۂ یاراں کے بارے ایک کتاب 'محضر ت دوست' شائع ہو چکی ہیں۔ ان کتب میں سے سیرت والی کتاب کا اسلوب معمول کے بیانیہ کی بجائے مکالماتی ہے۔ اس میں عالم کا نام 'مولوی عبدالحق' ہے جب کہ حکیم، شیخ، مستری اور میاں نام کے کردار 'مولوی صاحب' سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے سوالات کرتے ہیں جن کے جوابات ہی سیرت کا بیان ہیں۔ کتاب کے دیباچے میں بتایا گیا ہے کہ اس میں اختیار کیے گئے مکالمے میں سیرت کو سمجھنے کے لیے آسان کر دیا گیا ہے۔ 'محمد ﷺ' میں مستند کتب سیَر سے استفادہ کیا ہے۔ ۷؎ آپ آخری عمر میں راول پنڈی اور پھر اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ اپنی آخری جائے سکونت پر ۸/ ستمبر ۱۹۹۰ء کو دو سال کی علالت کے بعد فوت ہوئے اور اسلام آباد کے مرکزی قبرستان میں دفن ہیں۔

مولوی محمد سعید کے نور محمد قادری کے نام موجود خطوط سے پتا چلتا ہے کہ دونوں بزرگوں کی خط وکتابت نو برس چلتی رہی۔ زیر نظر مکاتیب ۲۲/ مارچ ۱۹۸۱ء سے ۱۴/ جنوری ۱۹۸۹ء تک کے ہیں۔ ان میں سے پہلا مکتوب ۲۲ مارچ ۱۹۸۱ء کو ۹۔ ڈی سٹیلائٹ ٹاؤن، 6th روڈ، راول پنڈی سے لکھا گیا، دوسرا بھی اسی پتے سے ۲/ نومبر ۱۹۸۱ء کو رقم ہوا، تیسرا خط مکان نمبر ۲، گلی نمبر ۵۱، سیکٹر F-7/4 اسلام آباد سے ۴/ نومبر ۱۹۸۲ء کو روانہ ہوا جب کہ چوتھا، پانچواں اور چھٹا مراسلہ بھی اِسی پتے سے ۳/ فروری ۱۹۸۳ء اور ۴/ فروری ۱۹۸۴ء اور ۱۴/ جنوری ۱۹۸۹ء کو لکھا گیا۔

ان مکاتیب میں ہر دو شخصیات کے مکالمے کا باعث مولوی سعید کی خودنوشت 'آہنگ بازگشت' بنی جس کے مطالعے کے بعد نور محمد قادری نے مذکورہ کتاب پر مصنف کو اپنی رائے بھجوائی۔ مولوی محمد سعید اسی ردِعمل کا جواب دے رہے ہیں۔ ان

دونوں بزرگوں کی ایک ملاقات ۱۵ رمئی ۱۹۸۱ء کو مولوی سعید کے گھر راول پنڈی میں ثابت ہے۔ یہ اُنھی دِنوں کی بات ہے جب مولوی صاحب روز نامہ پاکستان ٹائمز راول پنڈی کے ریذیڈنٹ ایڈیٹر تھے۔ ۸

ترتیب وار یہ مکاتیب آپ کی خدمت میں پیش ہیں:

(۱)

9-D، سٹیلائٹ ٹاؤن

6th روڈ، راول پنڈی

22/مارچ 1981ء

سید گرامی قدر! سلام مسنون

آپ کا خط ملا۔ آپ نے 'آہنگ بازگشت' کا مطالعہ فرما کر مجھے خط لکھنے کی زحمت گوارا کی ہے، اس کے لیے سراپا ممنوں ہوں۔ کسی علمی کاوش کا ثمرہ (خواہ وہ کسی درجے کی ہو) اُس سے بہتر اور کیا ہو سکتا ہے کہ صاحب ذوق احباب دُور دراز گوشوں سے یاد فرمائیں۔

کتاب کا حجم جب بڑھتا نظر آیا تو کئی مقامات کو تشنہ چھوڑ کر آگے بڑھ گیا۔ جو لوگ میرے ہم عصر ہیں یا اُسی زمانے کے لگ بھگ ہیں اِنہیں واقعات میں سے گزر رہے تھے، اُن کی جانب سے اس کی اس خامی کا شکوہ ہوا ہے۔ اگر احباب میں پذیرائی ہوئی اور دوسرے ایڈیشن کی نوبت آئی تو اِن شاء اللہ العزیز آپ کا نوازش نامہ پیش نظر رہے گا۔

مجھے معلوم نہیں تھا کہ مولانا آزاد کے والد خود مصنف تھے۔ مَیں سمجھتا تھا کہ محض صوفی تھے۔ ہر بڑا صوفی بڑا صاحبِ قلم بھی ہوا ہے اور یہ روایت آپ کے خانوادہ سادات میں جتنی محکم ہے کہیں اور مشاہدے میں نہیں آئی۔ کتاب کے بارے میں جو آپ نے حوصلہ افزا جملے ارشاد فرمائے ہیں، ایک مرتبہ پھر اُن کے لیے ممنون ہوں۔

کبھی پنڈی آنا ہو تو اتنا وقت رکھیے گا کہ ہم آپ کی صحبت سے کچھ فیض یاب ہو سکیں۔ مجھے اپنی دعاؤں میں یاد رکھیے گا۔

دعا کا طالب

محمد سعید

(۲)

2 نومبر 1981ء

سید گرامی قدر! سلام مسنون

خط آپ کا ملا اور اس کے ساتھ دو تراشے بھی۔ پڑھ کر محظوظ ہوا۔ آپ اچھا کر رہے ہیں کہ جو کچھ سینے کے اندر محفوظ ہے، اُسے اوروں تک منتقل کر رہے ہیں۔ اس علم و فضل کے ہوتے ہوئے آپ کا یہی فرض تھا۔ آپ کی تحریر میرے لیے ہمیشہ باعث انبساط ہوئی ہے۔

جو دو کتابیں آپ شائع کر رہے ہیں اُن کا منتظر رہوں گا۔

پنڈی آنے کا کوئی سبب بنے تو مطلع فرمایئے گا۔ 'حضرت دوست' کے بارے میں آپ کی رائے میرے لیے حوصلے کا باعث ہوئی ہے۔ ممنون ہوں۔

دعا کا طالب

محمد سعید

مندرجہ بالا دو خطوط کے بعد مکتوب نگار کا پتا تبدیل ہو گیا لہٰذا اس خط کے لکھے جانے کی وجہ بھی نئے پتے سے باخبر کرنا ہی ہے۔ لہٰذا اس خط کے ساتھ مکتوب نگار کا پتا بھی یہاں نقل کیا جاتا ہے:

مکان نمبر 2، گلی نمبر 51

سیکٹر F-7/4، اسلام آباد

(۳)

4 نومبر 1982ء

سید گرامی قدر! سلام مسنون

ایک برس ہوا آپ کا خط آیا تھا جس کے ساتھ دو مضامین کے تراشے آپ نے بھیجے تھے۔ مضامین مَیں نے بڑے شوق سے پڑھے۔ میرے لیے دونوں مضمون بڑی انبساط کا باعث بنے۔

خط کا جواب نہ دے سکا کہ اس اثنا میں مکان بدلا۔ کتابیں اور کاغذوں کے انبار ساتھ آئے۔ گرمیوں میں اُن کی جانب نگاہ اُٹھا کے نہ دیکھ سکا۔ ہمت نہ پڑی۔ بار بار اپنے ایک ہندو چپراسی کا قول یاد کرتا رہا کہ 'بابو جی! بال سنگار، بال جنجال' کتابیں بالوں کی طرح سنگار بھی ہیں اور جنجال بھی۔ اسی جنجال میں آپ کا خط ملا، سراپا سنگار!

آج جواب دینے بیٹھا ہوں تو مضمون پرانا ہو گیا ہے۔ تاہم چاہتا یہ تھا کہ آپ کو اپنے نئے پتے سے مطلع کروں۔

والسلام

نیاز آگیں

محمد سعید

(۴)

3 فروری 1983ء

محترم و مکرم سید صاحب! سلام مسنون

نوازش نامہ آپ کا صادر ہوا تھا۔ تغافل کی نہیں، تساہل کی نذر ہو گیا۔

کتاب، کتابچہ اور چند اوراق اورینٹل کالج میگزین کے ملے۔ ہر شے خوب تھی۔

حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جو میدان اپنے لیے منتخب فرمایا تھا، اُس میں پھر دوسرا کوئی اُس پائے کا نہیں اُترا۔ اللہ بلند سے بلند تر درجات کے ساتھ انہیں نوازتا رہے۔

آپ کے دونوں مضامین دیکھے، بڑے بلند پایہ ہیں بلکہ اشتیاق بڑھا ہے کہ کہیں سے 'A Shavian and a Theologian' میسر آ جائے۔ یہ گفتگو یقیناً دلچسپ اور معلومات افزا ہوگی۔ ۹

آپ نے چک 15 شمالی کی فضا کو ہو کا عالم کہا ہے۔ آپ ایسے باہوش دیوانے کو اور کیا چاہیے؟
اُمید ہے مزاج بخیر ہوگا۔ میرے لیے دعا فرماتے رہا کیجیے! دعا کا طالب
محمد سعید

(۵)

4 فروری 1984ء

محترمی سید صاحب! سلام مسنون

کتنا کرم آپ مجھ پر فرما رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ باپ بیٹے نے اس بڈھے طوطے کو پڑھانے کا تہیہ کر رکھا ہے۔ عزیزم سید محمد عبداللہ شاہ صاحب کا خط بھی ملا تھا۔ کتابیں مل گئی ہیں۔ کتنی عمدہ ہیں، ہر اعتبار سے۔ لکھائی، چھپائی، مندرجات اور پُر خلوص اور میری عقبیٰ کی فکر؛ کس کس بات کی داد دوں اور شکریہ ادا کروں؟

آپ واقعی تحقیق کے میدان کے مرد ہیں۔ میری جانب سے ایک مرتبہ پھر شکریہ قبول فرمائیں اور میرے حق میں دعائے خیر فرماتے رہا کیجیے۔ کبھی واہ، اسلام آباد آنا ہوا تو ملاقات کا شرف بخشیے گا۔

اللہ اس کارِ خیر کی جزا دے۔ نیاز آگیں
محمد سعید

وفات سے قبل مولوی محمد سعید کا سید نور محمد قادری کے نام یہ آخری خط ہے۔ اس خط کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں مولوی سعید بیمار رہنا شروع ہو گئے تھے اور قادری صاحب نے اُن کی صحت کے بارے میں پوچھا ہے جس کا وہ جواب دے رہے ہیں۔ ملاحظہ فرمایے:

(۶)

14 جنوری 1989ء

محترم و مکرم سید صاحب! سلام مسنون

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ اتفاق ملاحظہ ہو کہ میرے ایک اور کرم فرما آپ کی طرح عزیز ملک صاحب بھی ہیں۔ درویش منش اور کئی عمدہ کتابوں کے مصنف۔ اُن کا خط ہو بہو آپ کے خط کی طرح دیدہ زیب ہے۔ مَیں یہ خط اُن کا سمجھا۔ پڑھا تو مسرت ہوئی کہ آپ نے یاد فرمایا ہے۔ ابھی خط ختم نہیں ہوا تھا کہ وہ بھی تشریف لے آئے اور یوں لطف دوبالا ہو گیا۔

مَیں اب بفضل خدا بہت حد تک صحت مند ہو چکا ہوں۔ کمزوری باقی ہے۔ وہ بھی بتدریج رفع ہو رہی ہے۔ آپ کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

آپ نے مولانا ضیاء الدین مدنی صاحب کا ذکر کیا ہے۔ میری تحقیق کے مطابق وہ ہمارے گاؤں کلاس والا کے رہنے والے نہیں تھے۔ ویسے اُن کا تعلق اسی علاقے کے ایک گاؤں سے تھا جس کا نام فراموش ہو گیا ہے۔ مولانا شاہ احمد نورانی نے خود ایک پریس کانفرنس میں اُس گاؤں کا ذکر کیا تھا۔ بہتر ہوگا کہ آپ مولانا نورانی کو خط لکھیں یا جب وہ کسی ایسے شہر میں وارد ہوں جہاں آپ کا گزر ہو تو اُن سے مل لیں۔

اسلام آباد تشریف لائیں تو یاد فرمائیے گا۔

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

دعا کا طالب

محمد سعید

ایم اسلم:

معروف ناول نگار، ایم اسلم کشمیری الاصل تھے۔ وہ میاں نظام الدین کے گھر میں ۶ راگست ۱۸۸۵ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ انہیں علامہ محمد اقبال کی شاگردی کا شرف حاصل رہا ہے جو اُن کے مکاتیب سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ آپ نے دو سو کے قریب ناول لکھے جن میں سے 'مرزا جی'، 'گناہ کی راتیں'، 'رقصِ زندگی'، 'جہنم'، 'حسن سوگوار'، 'ثمر گناہ'، 'راوی کے رومان'، 'درِ توبہ'، 'شام غریباں'، 'مرنے کے بعد'، 'ضرب مجاہد'، 'مردِ غازی' 'خوابِ جوانی'، 'چشمِ لیلیٰ'، 'فریادِ خاموش'، 'آخری رات'، 'شمسہ'، 'رقصِ بہار'، 'ٹکر'، 'شام وسحر'، 'ہیر رانجھا' اور 'رام کلی' وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ انھوں نے سینکڑوں افسانے بھی لکھے۔ اُن کو 'نقاش فطرت' کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے۔ افسانوی ادب اختیار کرنے اور اس کے موضوعات کے حوالے سے بھی انھیں علامہ اقبال کا مشورہ حاصل رہا ہے۔ اُن کی ساری عمر لاہور کے محلہ 'بارود خانہ' میں گزری۔ وہ مالی لحاظ سے خوش حال لیکن اولاد کی نعمت سے محروم رہے۔ اپنی بھانجی گود لی لیکن وہ متبنّٰی بھی جلد ہی داغ مفارقت دے گئی۔ ایم اسلم ۲۳ رنومبر ۱۹۸۳ء کو فوت ہوئے اور شہر کے بڑے قبرستان میانی صاحب میں صاحب استراحت ہیں۔ آپ کی وفات پر اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی نے تاریخ وفات ایک نظم کی صورت میں کہی۔ اس کا آخری شعر ملاحظہ فرمایے۔

کہو مرگِ اسلم کی تاریخ سادہ

نومبر کی تیئیس اور سن تراسی !!

ایم اسلم، ڈاکٹر محمد الدین تاثیر کے مربی و سرپرست تھے اور عبدالرحمٰن چغتائی آپ کے قریبی دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔ نور محمد قادری سے اُن کی خط و کتابت ۶ رجون ۱۹۷۶ء سے ۲۳ ردسمبر ۱۹۷۶ء تک رہی۔ اس مختصر عرصے میں انھوں نے تین مکاتیب اُن کے نام لکھے جن میں اُن کی علامہ اقبال کے ساتھ گہری عقیدت اور ایم اسلم کی تحریروں کے فلاسفہ کے ساتھ ساتھ کچھ نظریات کے پس منظر کا بھی پتا چلتا ہے۔ ان خطوط میں مکتوب نگار کی اولاد سے محرومی اور غالب کی طرح متبنّٰی کی موت کا نوحہ بھی نمایاں ہے۔ خاص طور پر ۲۳ ردسمبر ۱۹۷۶ء کو لکھا گیا خط واضح کرتا ہے کہ ناول 'موت کے بعد' اُن کی متبنّٰی بیٹی کی یاد میں لکھا گیا ہے۔ یہاں اُن تینوں خطوط کا متن پیش کیا جاتا ہے:

(۱)

6 جون 1976ء

کرم فرمائے بندہ جناب سید صاحب

السلام علیکم

آپ کا یکم جون کا خط ملا۔ یاد آوری کا شکریہ۔ معلوم ہوتا ہے میرے متعلق آپ کو مغالطہ ہوا ہے۔

مَیں نے مولانا بریلوی کے متعلق اپنے مضمون میں اپنے متعلق یہ کہیں نہیں لکھا کہ مَیں مذہب کا نہیں تاریخ کا طالب علم ہوں، معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی پروفیسر محمد اسلم صاحب ایم اے سے بھی کچھ خط و کتابت ہوئی ہے۔ مَیں مذہب کا نہیں تاریخ کا طالب علم ہوں' یہ آپ کو پروفیسر محمد اسلم صاحب نے لکھا تھا۔ ایک ملاقات میں پروفیسر صاحب نے مجھ سے یہ ذکر کیا تھا۔ بے شک مَیں 'مرزا جی' کا مصنف ہوں۔ 'مرزا جی' مَیں نے اپنے استاد محترم جناب حضرت علامہ محمد اقبال علیہ الرحمہ کے ارشاد پر لکھی تھی۔ اس کتاب میں مزاحیہ رنگ میں مَیں نے ہندو لیڈروں کے متعلق کڑی نکتہ چینی کی تھی۔

جہاں تک حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلویؒ کا تعلق ہے، مَیں نے مضمون اپنے نادیدہ مہربان چودھری سیف اللہ چٹھا صاحب کے ارشاد پر لکھا تھا۔ مجھے معلوم ہے حضرت بریلوی صاحب سے بہت سے حضرات کو اختلاف ہے۔ لیکن یہ عقیدے کی بات ہے۔ مجھے کسی 'مسلمان' کے عقیدہ کو زیر بحث لانے کی عادت نہیں۔ مَیں نے تو صرف حضرت چٹھا صاحب کے ارشاد کی تعمیل کر دی تھی۔ ہاں مجھے یہ افسوس ہے کہ چٹھا صاحب نے میرے مضمون کی رسید بھی نہیں دی۔[۱۲]

اُمید ہے مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

اگر اجازت ہو تو اپنی تصنیف 'موت کے بعد' پیش کروں؟

والسلام نیاز مند

ایم اسلم

(۲)

13 دسمبر 1976ء

کرم فرمائے بندہ جناب سید صاحب

السلام علیکم

آپ کا 10 دسمبر کا خط ابھی ابھی ملا۔ مَیں تو سمجھا تھا کہ اکثر حضرات کی طرح آپ بھی مجھے بھلا چکے ہوں گے۔ بہر کیف یاد فرمائی کے لیے شکر گزار ہوں۔

مَیں نے اپنے خط میں کتاب 'موت کے بعد' آپ کو نذر کرنے کی اجازت مانگی تھی لیکن آپ کی خاموشی کی وجہ سے جرأت نہ کر سکا۔ ماشاء اللہ آپ ایک بزرگ سید خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کا اخلاص اور اخلاق قدرتی طور سے عام مسلمانوں سے بلند ہونا کوئی عجیب بات نہیں!

مَیں نے حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق محمد حنیف شاہد کی نئی کتاب نہیں دیکھی۔ حضرت علامہ جب گورنمنٹ کالج میں پروفیسر تھے، میرے استاد تھے اور یہ سلسلہ اُن کے انتقال تک جاری رہا۔ آپ کے ارشاد پر ہی مَیں نے نثر لکھنی شروع کی تھی۔ آپ نے فرمایا تھا جو کچھ لکھو قومی نکتہ نظر سے لکھو۔ مَیں 1908ء سے قلم سے قوم و ملت اور اردو زبان کی خدمت کر رہا ہوں۔

مَیں نے زیادہ تر افسانے اور ناول ہی لکھے ہیں۔ بقول 'چٹان' اخبار 1972ء تک میرے نام سے ایک لاکھ سے زیادہ صفحات چھپ چکے تھے۔ مَیں جن ایام میں افسانے لکھتا تھا ناول کبھی نہیں لکھا۔ مولوی شاہد احمد صاحب دہلوی نبیرہ جناب

مولوی نذیر احمد کے بقول (بحوالہ) اُن کی کتاب گنجینہ، مَیں نے ایک ہزار کے قریب افسانے لکھے ہیں۔ میرے نام سے ڈیڑھ سو (150) سے زیادہ ناول شائع ہو چکے ہیں۔

آپ جانتے ہیں کہ ناول کے معنی حسن وعشق کی داستانیں اور رومان ہی لیے جاتے ہیں۔ مَیں نے بھی رومان ہی لکھے ہیں اور حضرت علامہ اقبالؒ کی نصیحت کے مطابق جو کچھ لکھا ہے قومی اور اسلامی نکتہ نظر سے لکھا ہے کہ میرے ناول میری بہنیں اور بیٹیاں پڑھیں گی۔ اب میری عمر 92 سال ہوگئی ہے لیکن قومی خدمت میں کوئی فرق نہیں آیا۔ نہ بیوی ہے نہ کوئی بچہ ہے۔

آپ کو شکایت ہے کہ محمد حنیف شاہد نے اقبال کے متعلق اکثر من گھڑت باتیں لکھی ہیں۔ میرے پاس حضرت علامہ کی بہت سی کتابیں ہیں، ان میں بھی اکثر لکھنے والوں نے غلط باتیں حضرت علامہ کے نام سے منسوب کی ہیں۔

آپ نے اپنی کوئی کتاب لاہور کے ناشر سے چھپوانے کے متعلق لکھا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس معاملے میں آپ کی کوئی خدمت نہیں کرسکتا۔ مَیں نے ان لوگوں کو بہت قریب سے دیکھا ہے۔ یہ لوگ صرف وہ کتاب اپنے خرچ پر شائع کرتے ہیں جس میں ان کا ذاتی مفاد ہو۔ مجھے ان لوگوں نے ہمیشہ نقصان پہنچایا ہے۔ مَیں جو کتاب چھاپتا ہوں، اپنے خرچ پر چھاپتا ہوں؛ نام کسی دوسرے کا ہوتا ہے۔

'موت کے بعد' پیشِ خدمت ہے۔ ان شاء اللہ آپ پسند فرمائیں گے۔

اللہ کا احسان ہے بہت جی لیا اور بڑا اچھا جی لیا۔ اب تو یہ دعا فرماویں کہ اللہ تعالیٰ چلتے پھرتے ہی اپنے پاس بلوالے۔ میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

والسلام دعا گو

ایم اسلم

(۳)

23 دسمبر 1976ء

کرم فرمائے بندہ جناب سید صاحب

السلام علیکم

آپ کا 20 دسمبر کا کرم نامہ ملا۔ یاد آوری کا شکریہ!

'موت کے بعد' آپ نے پسند فرمائی۔ بہت بہت شکریہ۔

آپ کا اعتراض درست ہے کہ مَیں نے اس میں اولیاء اللہ کی کرامات کے ذکر سے گریز کیا ہے۔ آپ نے کتاب لکھنے کی وجہ تو شروع کے چند صفحات سے معلوم کر لی ہوگی۔ مَیں بے اولاد ہوں۔ ایک بچی اصغری جو میری بہن کی بچی تھی، ابھی وہ تین دن کی تھی کہ ہم نے گود میں لے لی تھی۔ اس طرح میرا اور میری (مرحومہ) بیوی کا ابا اور امی کہلانے کا شوق پورا ہوگیا۔ لیکن تقدیر میں کچھ اور ہی تھا۔ ایک روز پونے سات سال کی عمر میں بچی صرف چند گھنٹے کی علالت کے بعد اللہ کو پیاری ہوگئی۔ مَیں کالج کے زمانے میں حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ کا شاگرد رہا ہوں۔ ان کے ارشاد پر 'بقائے دوام' کے نام سے ایک کتاب لکھی۔ یہ 1929ء کی بات ہے۔ یہ کتاب بہت پسند کی گئی۔ مگر دل کی آگ نہ بجھ سکی۔ بچی کے مرنے کے ایک طویل عرصہ کے بعد مَیں نے 'موت کے

بعد' لکھی۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ تھا کہ 'موت کے بعد' کے متعلق اہل مغرب کا نظریہ پیش کیا جائے۔ جیسے کہ میں کتاب کے دیباچہ میں یہ سب کچھ بہ تفصیل لکھ چکا ہوں۔ اس کتاب کا آخری باب پڑھنے کے بعد یہ ماننا پڑتا ہے کہ حیات بعد الممات کا نظریہ اہل یورپ نے اسلام سے لیا ہے۔ چوں کہ 'موت کے بعد' میں زیادہ تر مغرب کے نظریہ حیات پر بحث کی گئی ہے اس لیے میں نے اپنے بزرگوں کی کرامات کا ذکر کرنے سے گریز کیا ہے۔

سید صاحب! اب میری عمر 92 سال سے کچھ زیادہ ہوگئی ہے۔ متواتر ستر سال سے لکھ رہا ہوں۔ ناول ہو یا افسانہ جو کچھ لکھا ہے حضرت علامہ اقبال کے ارشاد سے قومی نکتہ نگاہ سے لکھا ہے۔ 'موت کے بعد' اتنی طویل مدت کے بعد اس لیے لکھی ہے کہ بچی کی موت کے بعد دل میں ایک طویل عرصہ سے جو لگن تھی وہ پوری ہو جائے۔ رہا دل کا اطمینان تو اس کے لیے حضرت اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشاد کہ ۔

مرنے والے مرتے ہیں لیکن فنا ہوتے نہیں
یہ حقیقت میں کبھی ہم سے جدا ہوتے نہیں

دل کی تسلی کے لیے کافی ہے۔

ایک عمر زیادہ ہوگئی ہے دوسرے طبیعت کم زور ہوگئی ہے۔ قلم پر پہلی سی دسترس نہیں رہی۔ کبھی یاد فرمالیا کریں۔

میری دعا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ اپنے حفظ وامان میں رکھے۔ آمین

والسلام دعا گو
ایم اسلم

سید نور محمد قادری کے ترکے میں صرف یہی تین خط دستیاب ہونے کی وجہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ 23 دسمبر 1976ء کے اس خط کے بعد ہر دو شخصیات کی مزید خط وکتابت نہیں ہوئی۔

م ش (میاں محمد شفیع):

م ش ۲۷ رنومبر ۱۹۱۱ء کو روہان ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ ۱۹۳۶ء سے ۱۹۳۸ء (علامہ کی وفات) تک علامہ اقبال کے پرائیویٹ سیکرٹری رہے۔ بعد میں بیک وقت صحافت اور سیاست کے شعبے میں قدم رکھا اور وقتاً فوقتاً سول اینڈ ملٹری گزٹ (Civil and Military Gazzette)، روز نامہ زمیندار اور نوائے وقت سے وابستہ رہے۔ 'م ش کی ڈائری' آپ کا مقبول کالم تھا۔ آخری ایام میں روز نامہ 'نوائے وقت' میں 'پدرم کسان بود' کے عنوان سے خودنوشت بھی شروع کی مگر یہ زیادہ دیر چل نہ سکی۔ آپ کو تحریک پاکستان کا کارکن ہونے کا اعزاز بھی حاصل رہا۔ اس کے علاوہ آپ انٹر کالجیٹ مسلم برادرہڈ کے بانی صدر اور بانی رکن مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن بھی ہیں۔ آپ ۱۹۵۱ء تا ۱۹۵۵ء پنجاب اسمبلی اور ۱۹۵۵ء تا ۱۹۵۸ء مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن رہے ۱۹۸۳ء میں پاکستان میں وجود میں آنے والی مجلس شوریٰ کے رکن بھی رہے۔ م ش یکم دسمبر ۱۹۹۳ء کو لاہور میں فوت ہوئے اور ماڈل ٹاؤن کے قبرستان میں تدفین کی گئی۔

آپ کی سید نور محمد قادری سے ۹ رنومبر ۱۹۷۲ء تا ۲۴ رستمبر ۱۹۸۷ء خط وکتابت رہی۔ اس دوران آپ نے سید

صاحب کے نام چھے خطوط لکھے۔ ان دنوں م ش بیمار رہنا شروع ہو چکے تھے۔ خاص طور پر اُن کی نظر کافی خراب ہو چکی تھی۔ بہر حال ان مکتوبات میں علامہ اقبال کے مشہور فلسفہ 'عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ' کی تخلیق کے حوالے سے بات کی گئی ہے۔ یہ سارے خطوط ۸۰۔سی ماڈل ٹاؤن، لاہور سے لکھے گئے ہیں۔ مکاتیب ملاحظہ فرمایئے:

(۱)

9 نومبر 1972ء

مکرم قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

'نقوش محبت' کی ایک کاپی موصول ہوئی جس کے لیے سراپا سپاس گزار ہوں۔ مَیں اسے اپنے مطالعہ کی میز پر رکھوں گا اور استفادہ کرتا رہوں گا۔ آپ کے لیے عملی طور پر یہ دعا ہی ہوگی: اقدام مرحوم کا ذکر ؎

مارا وہ تیر تو نے جگر میں کہ ہائے ہائے!

اگر آپ ایسے اہل علم وذوق داد دیں تو اپنی خوش بختی کا کیا ٹھکانہ؟

باسی عید مبارک! والسلام

خاک سار

محمد شفیع

(۲)

5 مئی 1975ء

مکرم ومحترم جناب قادری صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا ارسال کردہ کتابچہ 'اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہٗ العزیز کی شاعری پر تبصرہ' نظر نواز ہوا۔ اس ہدیے کے لیے سراپا تشکر وامتنان ہوں۔

اعلیٰ حضرتؒ نے ایک پر آشوب دَور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم سے والہانہ عشق ومحبت کی نظم ونثر میں جو قندیلیں روشن فرمائیں اُن کی روشنی نے اُمت کو بے شمار ٹھوکروں سے محفوظ کرنے میں مدد دی اور منزل مقصود کی طرف راہ نمائی کی۔ آج ہم ایک بار پھر ایک پر آشوب دَور میں سے گزر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنا رحم فرمادیں۔

عبدالعزیز خالد صاحب کو محکمہ انکم ٹیکس لاہور کی معرفت لکھیں تو انہیں خط مل جائے گا۔

جناب حفیظ جالندھری ان دنوں کراچی میں ہیں۔ آپ انہیں حفیظ جالندھری ماڈل ٹاؤن، لاہور کے پتے پر ایڈریس کر سکتے ہیں۔

اُمید ہے کہ آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام

خاک سار

محمد شفیع

(۳)

12 ستمبر 1987ء

اعلیٰ حضرت قادری صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گرامی نامہ شرف صدور لایا۔ ازراہ کرم مجھے اپنی تصنیف لطیف سے ضرور نوازیے۔ حضرت علامہ اقبالؒ پر آپ کے قلم سے نکلے ہوئے ارشادات یقیناً مستند اور قابل توجہ ہوں گے۔

آپ نے میری رطب ویابس کو پسند فرمایا یہ آپ کی ذرہ نوازی ہے۔

اُمید ہے آپ خیریت سے ہوں گے۔ والسلام　　　　خاک سار

محمد شفیع

(۴)

24 ستمبر 1987ء

اعلیٰ حضرت قبلہ وکعبہ قادری صاحب مدظلہ

السلام علیکم وحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا بیش بہا تحفہ 'اقبال کے دینی اور سیاسی افکار' آج ہی ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے لیے اجر عظیم عطا فرماویں اور آپ کو صحت والی لمبی عمر عطا فرماویں تاکہ آپ کا پاک وجود ہم عاجز لوگوں کے لیے ذریعہ رشد وہدایت بنا رہے۔ آمین

میری لااُبالی طبیعت نے میرے تمام مسائل کو منتشر اور پراگندہ رکھا ہے۔ مَیں گزشتہ پچاس برسوں سے اخبارات میں کام کر رہا ہوں۔ لیکن اپنے قلم کی کارگزاریوں کا کوئی ایک نمونہ بھی میرے پاس محفوظ نہیں۔ 'سول اینڈ ملٹری گزٹ'، 'ڈان'، 'پاکستان ٹائمز' کا مَیں باقاعدہ چیف رپورٹر تھا۔ اس حیثیت میں کچھ معرکے بھی سر کیے لیکن جہاں تک ریکارڈ کا تعلق ہے، کچھ بھی میرے پاس نہیں۔

'Birth of Stanza' ع عجم ہنوز نداند رموز دیں ورنہ' کی تخلیق کا آنکھوں دیکھا حال تھا۔ مَیں اُن دِنوں جاوید منزل میں مقیم تھا۔ حضرت علامہ 'قومیں اوطان سے بنتی ہیں' کے مضمون پر اس قدر پریشان تھے کہ مَیں کیا کہوں؟ رات کی تنہائیوں میں بار بار یہ فرماتے تھے کہ اگر خواص کا یہ حال ہے تو عوام بے چارے کیا کریں گے؟ مَیں نے شاعر کی کیفیات کو 'Birth of Stanza' کے ذریعے 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' کے لیے رقم کیا تھا جسے انگریزی سے لگاؤ رکھنے والے احباب نے بہت پسند کیا تھا۔ اسے ڈھونڈ نکالنے کی کوشش کروں گا۔ بشرطِ یافت آپ کی خدمت بابرکت میں ارسال کروں گا۔[۱۳]

کیا کبھی آپ کی حضرت مولوی محمد ابراہیم علی چشتی سے ملاقات ہوئی؟ وہ علم وفضل کا ہمالیہ تھے اور اپنے عقیدے میں اس قدر پختہ تھے کہ ان سے بڑھ کر کم از کم مَیں کسی شخص کا تصور نہیں کر سکتا ہوں۔ مَیں ان کا ایک ادنیٰ کفش بردار تھا۔ اُن کے والد حضرت خواجہ محرم علی چشتی حضرت خواجہ مستان شاہ کابلیؒ کے خصوصی مرید تھے۔ اُن کا فارسی دیوان 'تاش کدہ حسرت' عشق کے لیے جام جم کی حیثیت رکھتا تھا۔

آپ نے حضرت حکیم محمد موسیٰ مدظلہٗ العالی کو خوب پہچانا ہے۔ کیوں نہ ہو: ولی راولی می شناسد! قبلہ حکیم صاحب دین کے اس دَور میں ایک ستون ہیں۔

آپ سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔

اگر آپ کی کتب پر قلم اٹھانے کی جرأت کر سکا تو کٹنگ ارسال خدمت کروں گا۔ والسلام

خاک سار

محمد شفیع

(۵)

8 اکتوبر 1983ء

قبلہ محترم جناب قادری صاحب مدظلہٗ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مَیں بدقسمتی سے تقریباً دو سالوں سے مسلسل علیل چلا آ رہا ہوں۔ لکھنا پڑھنا چھوٹ گیا ہے۔ اپنے بیٹے اور بیٹیوں سے اخبارات کی سرخیاں سن لیتا ہوں اور اپنا کالم بھی ڈکٹیٹ کرا کے 'نوائے وقت' کو بھیج دیتا ہوں۔ آپ کی گراں قدر کتابیں مجھے ملی تھیں جن پر ہلکا پھلکا نہیں بلکہ عمودی اور افقی طور پر عمیق ریویو لکھنے کا ارادہ تھا لیکن اپنی طبیعت کے لاابالیانہ پن کی بناء پر آج کل پہ ٹالتا رہا حتیٰ کہ بیماری نے آ دبوچا۔ آپ سے مخلصانہ درخواست کرتا ہوں کہ مجھے فی الحال ریویو کرنے کے لیے پابند نہ کریں بلکہ میری صحت اور صوابدید پر چھوڑ دیں۔ 'پدرم کسان بود' اقساط کا سلسلہ 'نوائے وقت' میں دوبارہ شروع کر دیا ہے لیکن ڈکٹیشن سے لطف نہیں آتا۔ دعا فرمائیں کہ مَیں اپنے ہاتھوں سے لکھنے کے قابل ہو سکوں تاکہ آپ کی توقعات پہ کسی حد تک پورا اُتر سکوں۔ میرے بازوؤں کے کم از کم اس وقت تک اُنیس بار آپریشن ہو چکے ہیں۔ آپ اہل دل، اہل اللہ، اہل دین، اہل شریعت اور اہل طریقت ہیں، میرے لیے خواجہ خواجگان شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے فریاد کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے صحت عاجلہ وکاملہ سے نوازیں۔

زیادہ کیا عرض کروں؟ والسلام

خاک سار

محمد شفیع

مرقومہ: میاں محمد وقیع ابن میاں محمد شفیع

(۶)

24 ستمبر 1987ء

اعلیٰ حضرت قادری صاحب

السلام علیکم

اُمید ہے کہ میرا پہلے کا لکھا ہوا ایک عریضہ آپ کو مل چکا ہوگا۔ 'بیّنات' نام سے ایک رسالہ کراچی سے شائع ہوتا ہے۔ میرے جس کالم کا آپ نے حوالہ دیا ہے اس کے حوالے سے اس رسالے میں ایک لمبا چوڑا مضمون شائع ہوا تھا جسے میں اپنی

آنکھوں کی موجودہ کیفیت کی بناء پر پڑھ نہیں سکا ہوں۔ البتہ اس کا جواب میرے ذمہ ہے جسے تحریر کرنے میں آپ کی کتاب سے بھی مدد لوں گا۔ ان شاء اللہ العزیز!

مَیں نے 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' میں 'Birth of Stanza' کے عنوان سے ایک مضمون لکھا تھا جس میں مَیں نے حضرت علامہ اقبال کی آنکھوں دیکھی کیفیت کا اظہار کیا تھا اور جس میں 'عجم ہنوز نداند' والے قطعہ کی تخلیق کا ذکر کیا تھا۔ مَیں ان دنوں جاوید منزل میں حضرت علامہؒ کی خدمت کے سلسلہ میں مقیم تھا۔ دراصل مَیں نے اپنی نگارشات کو کبھی سنبھال کر نہیں رکھا۔ اگر 'سول اینڈ ملٹری گزٹ' کا تراشہ مجھے کہیں سے ہاتھ لگ گیا تو اسے آپ کو ارسال کر دوں گا۔ آپ احساس فرماویں گے کہ حضرت علامہ کو کئی دن بے خوابی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔

مَیں فرقہ واریت کو اسلام کے ساتھ ایک سازش سمجھتا ہوں لیکن یہ سیاسی ذہن کے...... (کذا) حضرات! ان کے تعصب کا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر انہیں پاکستان کو مٹا کر 'حسین احمد زندہ باد' کہنے کا راستہ معلوم ہو سکے تو وہ پاکستان کو خاکم بدہن مٹا دیں گے۔

مَیں اُمید کرتا ہوں کہ ایک دن ایسا آئے گا کہ جب لوگ اپنے آپ کو صرف مسلمان کہلانے میں نجات دارین کا ذریعہ سمجھیں گے اور قائداعظمؒ اور اقبالؒ کی غیر فانی خدمات کا دل و دماغ سے اعتراف ہوگا۔ والسلام!

خاک سار

محمد شفیع

اُوپر پیش کردہ تین مشاہیر کے یہ پندرہ مکاتیب، جو اِن دِنوں بہ ظاہر منظرِ عام پر نہیں، ماضی قریب کے چند اہم واقعات و حالات آشکار کرتے ہیں جو علمی و ادبی تاریخ کو سمجھنے اور از سرِ نو مرتب کرنے میں بھی مددگار ہو سکتے ہیں اور آج کے زمانے کی علمی فضا کو اُن وقتوں کے ساتھ موازنہ کرتے ہوئے راہِ عمل متعین کرنے کے لیے بھی راہ نما ہیں۔

حواشی:

۱۔ سہ ماہی 'ادب معلیٰ'، لاہور شمارہ ۱۶، اکتوبر تا دسمبر ۲۰۱۰ء، ص ۵۸۔

۲۔ کتب خانہ سید نور محمد قادری زیر نگرانی سید محمد عبداللہ قادری، چک نمبر ۱۵ شمالی ضلع منڈی بہاؤالدین۔

۳۔ سہ ماہی 'ادب معلیٰ'، شمارہ ۱۶، ص ۵۸۔

۴۔ شش ماہی 'لیکھ'، لاہور، شمارہ ۱۵۔ جون تا دسمبر ۲۰۱۲ء، ص ۹۸۔

۵۔ مولانا آزاد سے ہر دو شخصیات اُن کے علمی کام سے واقف ہیں اور یہاں اُن کے والد مولانا خیرالدین دہلوی کا تذکرہ ہے۔

۶۔ مولانا ضیاء الدین احمد مدنی مہاجر مکیؒ نام ور عالم دین، مولانا احمد رضا خان بریلویؒ کے خلیفہ اور صاحبِ طریقت تھے۔ آپ کے بیٹے مولانا فضل الرحمٰن قادری بھی نام ور ہوئے ہیں۔ اُن کی یہ نسبت بھی اہم ہے کہ وہ مولانا نذر معین احمد شاہ نورانی کے دادا سسر ہیں۔ مولانا ضیاء الدین احمد ۱۸۷۷ء میں کلاس والا کے قریب کسی گاؤں میں پیدا

ہوئے۔ آپ نے ۲ر اکتوبر ۱۹۸۱ء کو مدینہ منورہ میں رحلت فرمائی اور وہیں دفن ہوئے۔

۷ سعیدہ بانو رشم، ڈاکٹر، پنجابی ادب وچ سیرت رسول، وقاص پرنٹنگ پریس، فیصل آباد ۲۰۰۱ء، ص ۴۸۷۔

۸ روزنامہ 'نوائے وقت' راول پنڈی، مولوی محمد سعید سے چند ملاقاتیں از سید محمد عبداللہ قادری، ۱۶ر مئی ۲۰۰۰ء

۹ 'A Shavian and a Theologian' مولانا شاہ احمد نورانی کے والد مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی میرٹھی کی کتاب ہے جس میں جارج برنارڈ شا سے ایک مناظرے کی روداد بیان کی گئی ہے۔ مزید معلومات کے لیے سہ ماہی 'انوارِ رضا' جوہر آباد کا حضرت سفیر اسلام نمبر ۲۰۱۱ء، ص ۵۲۔۶۹ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۰ سیرتِ رسولؐ کی کتاب 'سید المرسلین'، سیرت صحابی کی کتاب 'بلال حبشیؓ' اور 'پوٹھوہار: تاریخ راول پنڈی' کے مصنف عزیز ملک۔

۱۱ امروز، روزنامہ، لاہور، بروفات میاں ایم اسلم، اصغر حسین خاں نظیر لدھیانوی، ۲۶ر نومبر ۱۹۸۳ء، ص ۱۱۔

۱۲ ایک غیر معروف اور غیر علمی شخصیت: علاقہ گوجراں والا۔

۱۳ علامہ اقبال کے نظریہ وطنیت پر بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ م ش چونکہ علامہ اقبال کے بہت قریب تھے اس لیے انھوں نے اس خط میں اُس کیفیت کی طرف اشارہ کیا ہے جو 'عجم ہنوز نداند رموزِ دین ورنہ' کی تخلیق کے زمانے میں اقبالؒ پر طاری رہی۔ اس حوالے سے علامہ کی نظم 'وطنیت' بھی ریکارڈ پر ہے۔ سید ابوالحسن علی ندوی نے 'نقش اقبال' میں اس موضوع پر سیر حاصل بحث کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ 'اقبال وطن دوست ہیں لیکن وطن پرست نہیں اس لیے کہ اسلام نے حب وطن کو ایمان کا تقاضا سمجھتے ہوئے اس کی پرستش، بے جا طرف داری اور اس کے لیے اندھی عصبیت سے روکا ہے۔ (ص ۲۷۲) اسی طرح وہ اس کتاب کے صفحہ ۲۸۱ پر مارچ ۱۹۳۸ء میں لکھے گئے ایک مضمون سے ایک طویل اقتباس پیش کرتے ہیں۔ اس اقتباس کی یہ سطور اہم ہیں: 'وطن کا مفہوم محض جغرافیائی نہیں بلکہ 'وطن' ایک اصول ہے، ہیئت اجتماعیۂ انسانیہ کا، اور اسی اعتبار سے ایک سیاسی تصور ہے۔ چوں کہ اسلام بھی ایک ہیئت اجتماعیہ انسانیہ کا قانون ہے اس لیے جب لفظ 'وطن' کو ایک سیاسی تصور کے طور پر استعمال کیا جائے تو وہ اسلام سے متصادم ہوتا ہے۔' (نقش اقبال: سید ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریاتِ اسلام، کراچی، سنہ ندارد، ص۔ ۲۷۲۔۲۸۱)

قاضی فضل حق قرشی نے اپنی مرتبہ کتاب 'اقبال کے ممدوح علماء' میں حکیم فضل الرحمٰن کا ایک مضمون شامل کیا ہے۔ اس مضمون میں فاضل مصنف نے 'عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ' کی تخلیق کے حوالے سے بسیط رپورٹ کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: '۱۹۳۸ء کا ذکر ہے کہ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی نے پل بنگش کے پاس رات کے وقت ایک جلسہ میں تقریر کی تھی جس میں فرمایا تھا کہ آج کل اقوام وطن سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں۔ جلسہ میں 'الامان' کا نامہ نگار بھی تھا، اُس نے پوری رپورٹ مولوی مظہر الدین شیر کوٹی کو سنائی۔ چوں کہ مولوی مظہر الدین مولانا مدنی کے سخت مخالف تھے، انھوں نے 'الامان' میں لکھا کہ رات کے جلسہ میں مولانا مدنی نے کہا کہ ملتیں وطن سے بنتی ہیں، مذہب سے نہیں بنتیں۔ چوں کہ یہ بات ڈاکٹر اقبال کے نظریے کے سخت خلاف تھی اس لیے جوش میں آ کر مولانا مدنی پر سخت تنقید کی جس کا اظہار اس قطعے میں کیا ہے۔

عجم ہنوز نداند رموزِ دیں ورنہ ز دیوبند حسین احمد این چہ بوالعجبی ست
سرد بر سر منبر کہ ملت از وطن است چہ بے خبر ز مقامِ محمد عربی ست
بہ مصطفیٰ برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست اگر بہ اُو نہ رسیدی تمام بولہبی ست

(اقبال کے ممدوح علماء مرتبہ قاضی افضل حق قرشی، مکتبۂ محمودیہ، کریم پارک۔ لاہور ۱۹۷۷ء ص ۱۲۱)

۱۴۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری (۲۷ راگست ۱۹۲۷ء تا ۱۷ نومبر ۱۹۹۹ء) حکیم فقیر محمد چشتی نظامی کے گھر میں امرتسر میں پیدا ہوئے۔ برادری میں مان (جاٹ) ہونے کے باوصف خاندانی پیشہ حکمت تھا۔ آپ نے میاں علی محمد خاں بسی شریف کے ہاتھ پر بیعت کی۔ تحریک پاکستان میں حصہ لیا اور قیام پاکستان پر لاہور آ گئے۔ انھوں نے ۱۹۶۸ء میں مرکزی ''مجلس رضا'' قائم کی اور تعلیمات مولانا احمد رضا بریلویؒ کو عام کرنے کا بیڑا اُٹھایا۔ آپ ۱۹۷۳ء میں حج بیت اللہ کے موقعے پر مولانا ضیاء الدین احمد مدنی کے بھی مرید ہو گئے۔ یہ وہی مولانا ضیاء الدین مدنی ہیں جن کا ذکر مولوی محمد سعید کے اوپر درج ۱۴ ر جنوری ۱۹۸۹ء کے خط میں بھی آیا ہے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ رشم، سعیدہ بانو، ڈاکٹر، ۲۰۰۱ء، ''پنجابی ادب وچ سیرت رسول''، وقاص پرنٹنگ پریس، فیصل آباد۔
۲۔ قرشی، فضل حق، قاضی: ۱۹۷۷ء، ''اقبال کے ممدوح علماء''، مکتبۂ محمودیہ کریم پارک، لاہور۔
۳۔ ندوی، ابوالحسن علی، سیّد: سن ندارد، ''نقشِ اقبال''، مجلس نشریات اسلام، کراچی۔

رسائل:

۴۔ روزنامہ ''امروز'' ۲۶ ر نومبر ۱۹۸۳ء، لاہور۔
۵۔ روزنامہ ''نوائے وقت''، ۱۶ ر مئی ۲۰۰۰ء، راول پنڈی۔
۶۔ سہ ماہی ''ادب معلّٰی'' شمارہ ۱۶، ۲۰۱۰ء، لاہور۔
۷۔ سہ ماہی ''انوارِ رضا'' اسلام نمبر، ۲۰۱۱ء، جوہر آباد۔
۸۔ شش ماہی ''لیکھ'' شمارہ ۱۵، ۲۰۱۲ء، لاہور۔